محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ اور شعورِ نبوت ورسالت ''البیّنات'' کا خصوصی مطالعہ

محمد راشد☆

Abstract

Prophethood is the foundation of Muslim faith. The basic source of acquiring the true spirit of all the teachings of Islam is the concept of prophethood. Different educational and literary groups have adopted their own typical style to elaborate this concept. The saints of the sub-continent have also tried to interpret the meanings, needs, importance and the demands of prophethood to clarify the concept of their followers. Muhammad Saeed was a prominent scholar and saint. He high lighted on different aspects of prophethood in "Al-Bayyenaat". The style, methodology, characteristics and analysis has been presented in this article.

Key Words: Prophethood, Foundation, Muslim Faith, spirit, Educational, Saints, Sub-Continent, Al-Bayyenaat.

اسلام جن عقائد کو تسلیم کرنے کا نام ہے ان میں نبوت ورسالت کی حیثیت واہمیت اساسی و بنیادی نوعیت کی ہے، رسالت اور اس کے مختلف پہلوؤں کے بارے میں شرح صدر ہوئے بغیر ایمان کی حقیقت کو پالینا ممکن نہیں اور نہ ہی کسی بے یقینی کی صورتِ حال میں اعمال اور ان کی کوئی ترتیب مفید وکارگر ہوسکتی ہے یہی

☆ پی ایچ ڈی اسکالر، یونیورسٹی آف لاہور

وجہ ہے کہ علماء ومفکرین نے اپنے اپنے انداز میں نبوت ورسالت سے متعلق بنیادی فہم وشعور کی وضاحت میں زندگیاں صرف کی ہیں، اس ضمن میں صوفیہ کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ صوفیہ کرام نے نبوت و رسالت کے مشن کو آگے بڑھایا اور نبوت کے تصورات کی تفہیم وتشریح کرنے میں بڑا اہم کردار ادا کیا۔ اس گروہ نے رسول اللہ ﷺ کے افعال واقوال کو ایسے اپنایا کہ لوگ ان کے اخلاق سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوتے چلے گئے۔ صوفیہ نے جہاں اصحاب صفہ کی تعلیمات کو بنیاد بناتے ہوئے عملی طور پر غمزدہ اور دکھی لوگوں کے لئے خانقاہی نظام قائم کئے وہیں سیرت کے مختلف پہلوؤں پر پڑھے لکھے لوگوں کی ذہنی جلا کے لئے تشریحات بھی کی ہیں۔ یاد رہے کہ صوفیہ کے لکھنے کا انداز مفسرین ومحدثین سے بالکل الگ ہوتا ہے، یہ لوگ احادیث کے ساتھ ساتھ مشاہدے کے حال کو بھی سامنے رکھ کر لکھا کرتے ہیں۔ شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ رواں صدی کے ایک اہم صوفی ہیں۔ ان کی کتاب ''البیّنات'' میں نبوت و رسالت کے فہم و ادراک کا بہت سا سامان موجود ہے۔ زیر نظر مقال اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔

شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلۂ نسب معروف ومحترم صحابی رسول حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے جبکہ صوفیانہ روش میں آپ رحمۃ اللہ علیہ مجددی ہیں، مسلکاً حنفی اور مشرباً ماتریدی ہیں۔ آپ کے القابات ''ابوالبیان''، ''سراج العارفین''، ''شارح مکتوبات امام ربانی'' اور ''شہباز طریقت'' ہیں۔ ۱۹۴۳ء بروز جمعۃ المبارک بوقت فجر متولد ہوئے۔ والد گرامی کا نام لال دین نقشبندی بن صدرالدین نقشبندی ہے۔ والدہ ماجدہ کا نام سید بی بی تھا۔ وقت کے جید علماء سے تعلیم حاصل کی اور ''الشھادۃ العالمیۃ'' امتیازی حیثیت سے پاس کیا۔ ''عالمی ادارہ تنظیم الاسلام'' کے نام سے لاری اڈا گوجرانوالہ کے قریب ایک ادارہ قائم کیا جس کے تحت بیسیوں مساجد و مدارس کا انتظام چل رہا ہے۔ علمی طور پر آپ سے یادگار کتب میں ''البینات''، شرح مکتوبات (مجلدات: ۴)، ''سعادت العباد''، شرح مبدا ومعاد (مجلدات: ۲)، مشائخ آلومہار، مقالات ابوالبیان اور ''البیان'' (مجلدات: ۵) شامل ہیں۔ یاد رہے کہ چند اہم کتب طباعت کے مختلف مراحل میں ہیں، ان میں ''شرح شمائل ترمذی''، ''شرح کشف المحجوب'' اور ''قرآنی سورتوں کا اجمالی تعارف'' شامل ہیں۔ ۲۰۰۲ء میں آپ کا وصال ہوا اور ماڈل ٹاون گوجرانوالہ میں سپرد خاک ہوئے۔ (۱)

''البینات'' مذہب، سماج، علم وعرفان اور سلوک وتصوف ایسے اہم موضوعات پر مشتمل ایک ایسی کتاب ہے جو بہت سے پہلوؤں کے اعتبار سے قابلِ مطالعہ وتجزیہ ہے۔ دراصل حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات شریعت وطریقت کے انتہائی اہم ماخذ شمار ہوتے ہیں لیکن دقیق اصطلاحات عام لوگوں کے لئے

مشکلات پیدا کرتی ہیں۔ شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ان فارسی مکتوبات کی تشریح حتی الامکان آسان اردو میں کرنے کی کوشش کی ہے جو تحقیق و دلائل سے معمور اور اسرار و رموز سے بھرپور ہے۔ ۲۰۰۲ء میں شیخ کی زندگی میں پہلی جلد آئی، پھر یکے بعد دیگرے ۲۰۱۰ء تک ۴ جلدیں کتابی شکل میں آ چکی ہیں۔ اردو زبان میں یہ اولین اور مفصل شرح کی حیثیت رکھتی ہے۔ آپ نے تشریح کرتے ہوئے حقائق سبعہ، حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حقیقت قرآن، حقیقتِ رمضان، سیور اربعہ، سیر الی اللہ، سیر فی اللہ، سیر عن اللہ باللہ، سیر فی الاشیا باللہ، مراتب یقین، کلام اللہ کے سات مراتب، سلب امراض وجذبۂ تسلیم ورضا، موت کی اقسام، روح، اقسام نفس اور ابلیس، وجد، تواجد، وجود اور سماع جیسے مضامین کو بیان کیا ہے۔ زیر نظر مضمون مذکورہ کتاب سے ہی مقتبس ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے نبوت ورسالت سے متعلق افکار ونظریات کو درج ذیل نکات کی شکل میں واضح کیا جاتا ہے۔

۱۔ جامعیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم:

صوفیہ کا ایک ایسا گروہ بھی ہے جو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات کو اللہ رب العزت پر ترجیح دیتا ہے، یہ فکر و عقیدہ سراسر خلاف شریعت ہے، ایسے صوفیہ کی فکری کجی کے اس پہلو پر شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کیا نقطہ نظر رکھتے ہیں، اس ضمن میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیانات کا خلاصہ ملاحظہ ہو:

بعض مشائخ نے غلبہ سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی (علیٰ صاحبہا الصلوات) جمع الٰہی جل سلطانہٗ سے زیادہ جامع ہے۔ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ اور بعض صوفیائے وجودیہ کا اختلاف ہے صوفیائے وجودیہ کے نزدیک چونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امکان اور مرتبۂ وجوب کی حقیقت کے جامع ہیں اور حق تعالیٰ سبحانہ کا تعلق مرتبۂ وجوب سے ہے۔ اس لئے جامعیت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جمع الٰہی سے زیادہ جامع ہے۔ جبکہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حقیقت امکان اور مرتبۂ وجوب کی صورت کے جامع ہیں حقیقت الٰہی کے جامع نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی واجب الوجود ہے اس لئے اس کی ذات غیر محدود اور لامتناہی ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ممکن الوجود اور مخلوق ہیں۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالیٰ کے بندے، محدود اور متناہی ہیں۔ اس کو یوں سمجھا جا سکتا ہے، حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک حق تعالیٰ کی صفات تین قسم کی ہیں:

۱۔ صفات اضافیہ: جیسے ''خالقیت'' اور ''رازقیت'' ان کا تعلق عالم دنیا کے ساتھ ہوتا ہے

۲۔ صفات حقیقیہ: جیسے علم، قدرت، ارادہ، سمع، بصر اور کلام یہ صفات اپنے اندر اضافت کا ایک رنگ

رکھتی ہیں۔

۳۔ حقیقت صرف: جیسے حیات اس میں اضافت کا کوئی امتزاج نہیں ہے۔ یہ قسم تینوں قسموں میں سب سے اعلیٰ اور جامع ترین ہے۔

آپ کے نزدیک حضور اکرم ﷺ کی تخلیق صفاتِ اضافیہ سے ہوئی ہے اور صفات اضافیہ وجوب اور امکان کے درمیان برزخ ہیں اسی بنا پر حضور اکرم ﷺ خالق اور مخلوق کے درمیان رابطہ اور واسطہ ہیں کہ جمیع مخلوقات و موجودات کو انعامات و برکات آپ ﷺ کے وسیلے سے ہی نصیب ہوتے ہیں، اسی لئے آپ ﷺ کو برزخ البرازخ اور برزخ کبریٰ بھی کہا جاتا ہے۔ ''صفات حقیقیہ اور صفت صرف'' صرف اللہ کی ذات کے لئے ہے۔ یہاں ایک دقیق سوال ہے جس کا جواب صوفیہ نے مرحمت فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ آیا حق تعالیٰ اس عالم میں سے ہے یا ماسوائے عالم ہے۔ اگر حق تعالیٰ عالم میں سے نہیں تو ماسوائے عالم ہوگا، اس صورت میں حق تعالیٰ کا وجود محدود ہو جاتا ہے کیونکہ ورائیت، محدودیت کو لازم ہوتی ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حق تعالیٰ موجود ہے اور عالم موہوم ہے لہٰذا موجود وہمی موجود خارجی کو محدود نہیں کر سکتا، واجب اور ممکن کی مثال نقطۂ جوالہ اور دائرۂ موہومہ کی سی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ دائرۂ موہومہ، نقطۂ موجودہ کی تحدید نہیں کر سکتا اگرچہ دائرہ کا کوئی بھی حصہ نقطہ کے انوار سے خالی نہیں ہے لیکن دائرہ محدد نقطہ نہیں ہے اور نقطہ کو محدود نہیں کر سکتے۔ شیخ نے پہلے سوال درج کیا ہے، پھر جواب دیا ہے:

سوال: نمود عالم پر موہومیت کا حکم لگانا سوفسطائیہ کا مذہب ہے کہ ان کے نزدیک عالم تابع خیال ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر کسی بلند کو پست جانیں تو وہ پست ہے اور اگر کسی پست کو بلند خیال کریں تو وہ بلند ہے اس کا کیا جواب ہے؟

جواب: عالم موہوم ذہنی اختراع نہیں ہے کہ ازالۂ وہم سے زائل ہو جائے بلکہ عالم موہوم یقینی ہے جس پر عذاب وثواب ابدی مترتب ہوتا ہے یعنی یہ وہم، یقین اور رسوخ کے ساتھ ملاقی ہے اور یہ ذات حق تعالیٰ سے ساتھ مختص ہے۔ (۲)

۲۔ محبوبیت تامہ کے مسند نشیں:

اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اپنا خلیفہ بناتے ہوئے کسی کو تو اپنی کامل نیابت صرفہ عطا فرمائی ہوگی جس کی ذات سے جملہ کمالات کا اظہار وقوع ہوا ہوگا۔ شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق وہ ہستی کامل فقط حضرت

محمد ﷺ ہی کی ہے، آپ رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کی محبوبیت کے اس مقام محمود پر فائز ہیں جو اس کائنات میں صرف آپ ہی کا خاصہ ہے اور کوئی دوسرا اس مرتبۂ محبوبیت میں آپ ﷺ کا شریک و ہمسر نہیں اور آپ ﷺ یہ محبوبیت مطلقہ اور محبوبیت صرفہ کے مسند نشین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ کریم ﷺ کو اعلیٰ فضائل اور اکمل خصائل سے نوازا ہے اور قرآن مجید میں آپ ﷺ کی سیرت کو امت کے لئے اسوۂ حسنہ قرار دیا ہے۔(۳) آپ ﷺ کے خُلق کو خلق عظیم کہا،(۴) آپ ﷺ کے راستے کو صراط مستقیم کہا اور اس پر چلنے کا حکم دیا،(۵) احادیث مبارکہ میں آپ ﷺ کی ہدایت کو ''خیر الہدیٰ'' اور آپ ﷺ کے ادب کو ''احسن تادیب'' قرار دیا ہے،(۶) چونکہ محبوب کی ہر ادا محبوب ہوتی ہے لہٰذا محبوب کی اداؤں کو اپنانے والے بھی مقام محبوبیت سے سرفراز کئے جاتے ہیں، آپ ﷺ کی محبوبیت جمال اور کمال دونوں جہتوں کے اعتبار سے کامل اور مکمل ہے، آپ ﷺ صورت میں بے مثال اور سیرت میں لاجواب ہیں، آپ ﷺ کی ذات میں ''خلق اور خُلق'' کی دونوں خوبیاں علی وجہ الکمال موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ ﷺ بیک وقت خالق اور مخلوق دونوں کے محبوب ہیں۔(۷)

۳۔ حسن صبیح اور حسن ملیح:

صوفیہ کرام علی وجہ الظرف اور اپنے مبادی فیض کی وجہ سے مختلف انبیاء کے زیر سایہ ہوتے ہیں، اسی لئے کسی کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خلیلیّت سے والہانہ لگاؤ ہوتا ہے اور کسی کو حسن یوسف کی عقیدت زیادہ ہوتی ہے۔ کوئی فقر ایوب کا گرویدہ ہوتا ہے اور کسی میں حضرت یونس کی بے نیازی کا سا غلبہ ہوتا ہے۔ شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ ایسی محبوبیت نبوت کو کس نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:

> **حضرت یوسف هر چند بصباحتے که داشت محبوب حضرت یعقوب بوده است علی نبینا و علیها الصلوات و التسلیمات اما حضرت پیغمبر ما که خاتم الرسل است بملاحتے که دارد محبوب خالق زمین و آسمان ست علیه و علیهم الصلوات و التسلیمات و التحیات و زمین و زمان را بطفیل او خلق فرموده است کما ورد۔**(۸)

یعنی حضرت یوسف علیہ السلام اگرچہ حسن صبیح (سفید حسن) کی وجہ سے حضرت یعقوب علیہ السلام کے محبوب ہوئے ہیں لیکن ہمارے پیغمبر ﷺ جو کہ خاتم الرسل ہیں حسن ملیح (نمکین حسن) کی وجہ سے خالق زمین و

آسمان کے محبوب ہیں اور زمین و زمان کو آپ ﷺ ہی کے طفیل پیدا کیا گیا ہے جیسا کہ حدیث میں وارد ہے: **الا و انا حبیب اللہ و لا فخر** (۹) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگاہ رہو میں اللہ کا حبیب ہوں اور میں یہ بات بطور فخر کے نہیں کہتا۔''(۱۰)

۴۔ محبوبیت اور محمدی المشرب:

شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق امتی کا خود کو نبی ﷺ کی ذات کے ظاہری و باطنی اعمال و احوال سے آراستہ کرنا ضروری ہے اگرچہ قرآن نے **یُحِبُّھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ** میں تمام مومنین کو شامل کیا ہے تاہم جو آپ ﷺ کی کامل اتباع کرنے والے امتی ہیں وہی محمدی المشرب کی محبوبیت سے شاد کام ہوتے ہیں، لکھتے ہیں:

> ''توحید شہودی کے بانی حضرت مجدد الف ثانی کہتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ محبوب رب العالمین است ہر چیز کہ خوب و مرغوب است از برائے مطلوب و محبوب ست۔(۱۱) اللہ تعالیٰ کو بندے کا یہ عمل بہت محبوب ہے کہ وہ اپنے ظاہر و باطن کو حضور سرور کائنات ﷺ کی سنت و شریعت کی پیروی سے مزین و آراستہ کرے کیونکہ آپ ﷺ اللہ کے محبوب ہیں اور اصول یہ ہے کہ محبوب کو چیز بھی محبوب دی جاتی ہے، اسی لیے آپ ﷺ کو انبیاء سابقین کی نسبت جامع کتاب و سنت اور مکمل قوانین شریعت عطا کیے۔ ظاہر ہے قرآن مجید صحائف آسمانی میں اور شریعت محمدیہ شرائع ربانی میں سب سے زیادہ بہتر اور محبوب ہیں اور ان پر عمل کرنے والا بھی محبوب بن جاتا ہے۔ امتی کے لئے اتباع رحمت عالم ﷺ محبوبیت باری تعالیٰ کی ضمانت ہے۔(۱۲)

۵۔ اتباع نبوت کے تین پہلو:

شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ نبوت و رسالت کی اتباع میں امتی کے عام مسلمانوں سے ہٹ کر تین پہلو گردانتے ہیں۔ معاشرے میں جو خلافِ شریعت اور خلافِ سنت چلنے والے افراد دین کے لبادے میں چھپے ہوتے ہیں ان کی حقیقت سے پردہ اٹھا رہے ہیں، رقمطراز ہیں:

جو ولایت و حقیقی تصوف میں کمال حاصل کرتے ہیں وہ تین احوال سے خالی نہیں ہوں گے۔ ولایت سکر، ولایت صحو و سکر اور ولایت صحو، اس کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچتے ہوئے راستے میں نہایت عجیب و غریب مقامات آتے ہیں قرآن نے ان مقامات کو ﴿**اولئک الذین انعم**

اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین و الشھداء و الصالحین﴾[۱۳] سے تعبیر کیا ہے۔ مراد یہ کہ مقام صدیقیت، مقام شہادت اور مقام ولایت ہر ایک کے علوم ومعارف جدا جدا ہیں۔ مرتبہ ولایت میں علوم زیادہ تر سکر آمیز ہوتے ہیں، غلبہ احوال اور سکر وقت کی بنا پر بعض اوقات ایسے امور پیش آتے ہیں جو بظاہر خلاف شریعت ہوتے ہیں، مثلاً ایسے لوگ ذات حق تعالیٰ کو محیط عالم جانتے ہیں اور اس کو احاطہ ذاتی مانتے ہیں حالانکہ عالم کے ساتھ حق تعالیٰ کا احاطہ علمی ہے نہ کہ ذاتی، کیونکہ واجب تعالیٰ کو ممکن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو نقطہ کو دائرہ موہومہ کے ساتھ ہے اگرچہ دائرے کا کوئی حصہ نقطے سے خالی نظر نہیں آتا لیکن اس کے باوجود ہم نہیں کہہ سکتے کہ نقطہ محیط دائرہ میں ہے یا داخل دائرہ ہے یا خارج دائرہ ہے کیونکہ جس جگہ نقطہ ہے دائرہ نام کی کوئی چیز وہاں نہیں ہے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ نقطہ خارج میں موجود ہے اور دائرہ وہم میں، لیکن یہ دائرہ وہم یقین ہے نہ کہ وہم سوفسطائیہ۔ تو اللہ کی ذات وہم سے وراء مانی جائے گی۔

سکر: مستی، بے خبری اور بے ہوشی کو کہا جاتا ہے جس میں نامکمل صوفی، تجلیات وجوبیہ کے واسطہ سے حواس اور احساس سے غائب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تجلیات اس کے شعور کو زائل کر دیتی ہیں۔

صحو: سکر کے بعد افاقہ، ہوش، باخبری اور ہوشیاری کو کہتے ہیں۔

سکر: غلبہء مدہوشی اور جذب ومستی کا نام ہے جس سے مراد اللہ تعالیٰ کی محبت کے غلبہ میں ہوش کھو بیٹھنا ہے۔ حالت سکر میں ایسا صوفی حال کا مشاہدہ کرتا ہے۔

سکر: گمان میں فنا ہو جانے کا نام ہے۔

صحو: سراسر دید باری تعالیٰ کا نام ہے۔

حالت صحو میں صوفی یقین کا مشاہدہ کرتا ہے۔

سکر مقام ولایت سے تعلق رکھتا ہے۔

صحو مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے۔

اتباع نبوی میں دوسرا مرتبہ شہادت ہے، اس میں سکر مغلوب ہو جاتا ہے لیکن سارے کا سارا زائل نہیں ہوتا۔ اس مرتبہ میں وہ عین ذات اور غیر ذات میں بٹا رہتا ہے، کبھی عین ذات کے جلوے اور کبھی غیر میں جلوے ''لا ہو ولا غیرہ''[۱۴] شہید؛ ذات حق تعالیٰ کو اولاً بصورت اجمال پھر صورت علم تفصیل پھر بصورت عالم ارواح پھر بصورت عالم مثال اور پھر بصورت عالم اجسام مانتے ہیں اور ان کو مراتب پنجگانہ کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔''[۱۵]

۶۔ صحو اور سکر کے متعلق اہل طریقت کا اختلاف:

شیخ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین سکر کو صحو پر فوقیت دیتے ہیں جبکہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے متبعین صحو کو سکر پر فضیلت دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ سکر محل آفت ہے۔

..... ابوالفضل ختلی جنیدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ سکر بچوں کا کھیل ہے اور صحو مردوں کا میدان ہے۔

.....حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ صاحب سکر کے حال کا کمال صحو میں ہوتا ہے اور صحو کا ادنیٰ ترین درجہ بشریت کا ادراک ہے۔

.....حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک صحو، سکر سے افضل ہے کیونکہ صحو کے اندر سکر ہے کہ صحو، سکر کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ سکر والے کو صحو کی لذت نہیں ملتی۔

حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے سکر کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

۱۔ سکر از راہ مؤدت

۲۔ سکر از راہِ محبت

پہلی قسم کے سکر سے معلوم ہوتا ہے کہ رؤیت نعمت سے ملتی ہے، دوسری قسم کے سکر سے مفہوم ہوتا ہے کہ رؤیت منعم (ذات باری تعالیٰ) سے ملتی ہے۔ نعمت پر نظر رکھنے والا ذاتی نقطہ نظر سے دیکھتا ہے جبکہ منعم کو سامنے رکھنے والا منعم میں محو ہوتا ہے اور اپنی ذات کو نظر انداز کر دیتا ہے اگرچہ وہ حالت سکر میں ہوتا ہے مگر اسکا سکر بھی صحو ہوتا ہے۔

صحو کی بھی دو قسمیں ہیں:

۱۔ صحو از روئے غفلت

۲۔ صحو از روئے محبت

پہلی قسم کا صحو حجاب اعظم ہے اور دوسری قسم کا صحو کشفِ ابین (عین مشاہدہ) ہے غرضیکہ سکر اور صحو کی حدود ملتی جلتی ہیں، ایک کی انتہاء دوسرے کی ابتداء ہے، اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سب سے آخری مرتبہ مقام صدیقیت ہے جس سے اوپر کوئی درجہ اور مقام نہیں، اس سے اوپر صرف مقام نبوت ہے، وہ علوم جو نبی کو وحی کے ذریعے حاصل ہوتے ہیں وہی علوم صدیق کو الہام کے ذریعے ملتے ہیں جیسے حجۃ الوداع کے موقعہ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کا مفہوم سوائے ابوبکر صدیق کے کسی کا نہ سمجھنا کہ اللہ نے بندے کو اختیار دیا ہے اس دنیا

میں رہنے کا یا اس کے پاس آنے کا۔ فرق صرف اس قدر ہوگا کہ نبی کا علم قطعی اور صدیق کا علم ظنی ہوگا، مقام حصول میں صدیق نبی کی کامل اتباع کے نتیجے میں اس مرتبہ تک پہنچتا ہے، اسی لئے نبی کی ذات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ہر پہلو کی اتباع لازم ہے، خواہ وہ سیاسی معاملات ہوں یا دینی معاملات، شریعت و طریقت ہر لحاظ سے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بات ہی تسلیم کی جائے گی وہ اس پر مزید دلائل بھی دیتے ہیں۔ (۱۶)

۷۔ علوم نبوت وصدیقیت:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں نبوت سے متصلاً صدیقیت کو بیان کیا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے اللہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم السلام کے بعد صدیقین پر انعام فرمایا ہے (۱۷) جس سے پتہ چلتا ہے کہ ''محبوبیت'' بھی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد صدیقیت میں منحصر ہے کیونکہ کامل الاتباع ذات بھی صدیق کی ہوگئی۔ قرآن کے مطابق جو نبی کی اتباع کرے گا اللہ اسے اپنا محبوب بنالے گا، (۱۸) حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ معارف باطنیہ کی شریعت کے ظاہری علوم کے ساتھ اس حد تک پوری موافقت کا ہونا کہ چھوٹی سے چھوٹی چیزوں میں بھی مخالفت کی مجال باقی نہ رہے اسی کو نبی کی کامل اتباع شمار کریں گے۔ (۱۹)

۸۔ بارگاہ الٰہی میں رسالت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام:

رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امت کے معاملات میں راہنما کی حیثیت سے انسانوں کی طرف متوجہ رہے ہیں اور اپنے معاملات عبادت میں اللہ کی بارگاہ میں حاضری اور حضوری بھی پیش کرتے رہے ہیں۔ آپ خلوت اور جلوت دونوں میں یاد خدا سے کبھی غافل نہیں رہے، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر حال میں یاد خدا میں مشغول رہتے تھے، تاہم صوفیہ کے نزدیک اس سے بھی بڑھ کر ایک مقام ایسا آتا ہے جو صرف اور صرف ہمارے نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے خاص ہے، اس بارے میں شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حدیث ''میرے لئے ایک ایسا وقت ہوتا ہے جس کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ مقرب بھی نہیں ہوتا'' کا معنی ایک جماعت نے وقت سے ''ہر وقت'' مراد لیا ہے اور دوسری جماعت اس بیان سے ''وقت خاص'' مراد لیتی ہے کیونکہ بعض لطائف (روح، سر، خفی، اخفیٰ) کی نسبت استمرار ہے اور بعض دیگر (قلب، نفس، عناصر اربعہ) کی نسبت خاص ہے۔ مشائخ طریقت نے ہر کسی کی اپنی کیفیت وادراک کے مصداق اپنے اپنے احوال کے مطابق حدیث کے مطالب بیان فرمائے ہیں، بعض صوفیہ نے اس حدیث سے توحید وجودی مراد لی ہے۔ بقول شاعر:

لی مع الله شان خود فرمودئی

من ندانم بندئی یا خود توئی

بعض صوفیہ نے اس سے توحید شہودی مراد لی ہے، حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک استمرار وقت کے باوجود وقت خاص بھی متحقق ہے جس کا پتہ دوران نماز چلتا ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے(۲۰) اور بندہ اپنے رب سے سب سے زیادہ سجدے میں قریب ہوتا ہے(۲۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ دورانِ نماز حالتِ سجدہ میں قرب خداوندی میسر ہوتا ہے اور جس وقت قرب میں زیادتی ہو اس وقت میں غیر کی گنجائش نہیں ہوگی، واقعہ معراج سے متعلق درج ذیل حدیث قدسی بھی اسی طرف اشارہ کرتی ہے:

''اے محمد میں اور تو اور جو بھی اس کے سوا ہے (کائنات) سب تیری عزت کی خاطر پیدا کیا تو (حضرت) محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہا اے اللہ تو اور میں اور اس کے سوا ہر چیز میں تیری ذات کے لئے چھوڑتا ہوں (یعنی میں بے نیاز ہوتا ہوں)''(۲۲)

استمرار وقت تحقیق شدہ ہے، بات صرف اس قدر ہے کہ استمرار کے باوجود حالت خاص بھی واقع ہے یا نہیں۔ایک جماعت جسے خاص وقت کی اطلاع نہیں دی گئی، وہ اس کی نفی کے قائل ہو گئے اور دوسری جماعت جسے اس مقام سے بہرہ ور کیا گیا، انہوں نے خاص وقت کا اقرار کر لیا۔۔۔درست بات یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نماز میں خشوع عطا فرمایا گیا اور اس دولت قرب سے نوازا گیا وہ انتہائی کم لوگ ہیں۔(۲۳)

۹۔امتی کو نبی پر جزوی فضیلت دینے کے نقطۂ نظر کی مخالفت:

صوفیہ کے ہاں یہ مسئلہ متنازع فیہ ہے کہ کیا کوئی امتی نبی پر جزوی فضیلت رکھ سکتا ہے یا نہیں؟ امتی نبی کے زیر قدم ہوتا ہے، امتی امتی ہوتا ہے، نبی نبی ہوتا ہے، اس مسئلہ میں شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ اپنا موقف یوں واضح کرتے ہیں کہ اگر جزئیات میں سے کسی جزء میں غیر نبی کو نبی (علیہ السلام) پر فضیلت مل جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ ایسا واقع ہے۔حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ولی کی حضرت نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا تذکرہ فرما رہے ہیں دراصل جب کوئی صوفی راہ طریقت کسی شیخ کامل کے زیر نگرانی شریعت محمدیہ اور سنت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوات کی تعمیل، اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے تو محض عنایت خداوندی سے اس پر فضل وفتوحات کے ابواب کھلتے ہیں اور اسے بلند ترین کمالات نصیب ہوتے ہیں۔

ان روحانی کمالات کے دوران اگر کسی صاحبِ استعداد صوفی کو کسی نبی علیہ السلام کے مقام سے بلند عروج وکمال نصیب ہوجائے تو اس قسم کی جزوی فضیلت ممکن ہے، چونکہ اس بندۂ مومن صوفی کو یہ کمال ومرتبہ اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی متابعت بجالانے سے حاصل ہوا ہے اس لئے اس نبی علیہ السلام کو اس کمال سے پورا پورا حصہ واجر ملے گا جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوات ''جس نے اسلام میں کوئی نیا طریقہ ایجاد کیا اس کے لئے تب تک اجر ہے جب تک کوئی اس پر عمل کرتا رہے گا''(۲۴) اور ''جس نے کسی اچھی چیز کی طرف راہنمائی کی اسے بھی عمل کرنے والے کی طرح اجر ملتا رہے گا''(۲۵) لیکن وہ ولی (سالک) اس کمال کے حصول میں گو مقدم اور پیش رو ہے مگر امتی کو متبع اور طفیلی ہوکر یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے جہاں اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا شائبہ بھی نہیں کیونکہ ہمسری کا دعویٰ کفر ہے بلکہ اسے انبیاء واصدقاء اور شہداء وصلحاء کی معیت میسر ہوگی جیسا کہ آیہ کریمہ ﴿**من یطع اللہ والرسول فاولئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین**﴾(۲۶) سے واضح ہے۔

سراج الدین علی بن عثمان دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی میں رقمطراز ہیں:

ولم یفضل ولی قط دھراً

نبیاً أو رسولاً فی انتحال

''یعنی کسی زمانے میں کوئی ولی کسی نبی یا رسول (علیہ السلام) سے افضل نہیں ہوا۔''

حضرت امام ابوجعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ **عقیدۃ طحاویۃ** میں تحریر فرماتے ہیں:

''یعنی ہم اولیائے کرام میں سے کسی ولی کو انبیائے عظام علیہم الصلوات میں سے کسی نبی پر فضیلت نہیں دیتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی علیہ السلام بھی ساری کائنات کے اولیاء سے افضل ہے۔''

علامہ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''اہل سنت وجماعت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ولی سے افضل ہے اگرچہ درجات نبوت میں اس کا درجہ ادنیٰ ہو۔''

سیدنا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

''نبی علیہ السلام کا ایک سانس ولی کی ساری زندگی سے افضل تر ہے۔''

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز ولی کی نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کے متعلق رقمطراز ہیں

ملاحظہ ہو:

ہاں کل پر کلی فضیلت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے لیکن وہ کمال جو جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے جائز ہے کہ وہ بعض انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علیٰ نبینا وعلیہم الصلوات کے ساتھ مخصوص ہوں اور ان کی فضیلت کلی میں کوئی قصور واقع نہ ہو۔ احادیث صحیحہ میں آیا ہے ''کہ امتیوں کے افراد میں بعض کمالات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر انبیائے کرام علیہم الصلوات بھی رشک کرتے ہیں''۔(۲۷) حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء وشہداء نہیں لیکن روز قیامت بارگاہ الوہیت میں ان کے مقامات عالیہ کو ملاحظہ فرما کر انبیائے کرام اور شہداء عظام علیہم الصلوات ان پر رشک فرمائیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ہمیں بتایئے کہ وہ کون ہیں؟ فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو رحم کے رشتوں اور مالی لین دین کے علاوہ فقط رضائے الٰہی کیلئے باہم محبت کریں گے۔ قسم بخدا انکے چہرے نورانی ہونگے اور ان کے اوپر نور ہوگا وہ نہیں ڈریں گے جب لوگوں کو خوف ہوگا، وہ غم نہیں کھائیں گے جبکہ لوگ غمگین ہونگے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی ''خبردار اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔''(۲۸) حالانکہ انبیائے کرام علیہم السلام کو امتوں کے تمام افراد پر کلی فضیلت حاصل ہے نیز حدیث میں آیا ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ چند چیزوں میں انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت رکھتے ہیں جیسا کہ امام قرطبی نقل کرتے ہیں:

> ''شہداء کو غسل کا احتیاج نہیں اور انبیائے کرام علیہم السلام کو غسل دینا چاہئے۔۔۔ شہداء کیلئے نماز جنازہ نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے اور انبیاء کرام کی نماز جنازہ ادا کرنی چاہئے۔۔۔ اور قرآن مجید میں فرمایا کہ ''شہداء کو مردہ نہ جانو کہ وہ زندہ ہیں۔''(۲۹) اور انبیائے کرام علیہم السلام کو موتی فرمایا،(۳۰) یہ سب جزوی فضائل ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام کے فضل کلی میں کوئی قصور (کمی) پیدا نہیں کرتے۔''

ایک مقام پر حضرت مجدد الف ثانی یوں رقمطراز ہیں:

> ''یہ امت جو خیر الامم ہے کے اولیاء میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی افضلیت کے باوجود نبیوں علیہم السلام میں سے کسی نبی علیہ السلام کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا اگرچہ اسے (ولی کو) اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی وساطت سے وہ مابہ الافضلیت مقام حاصل ہوا ہے پھر بھی کلی فضیلت انبیاء علیہم السلام کو ہی ہے اولیاء طفیلی ہیں۔''(۳۱)

حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی کا اس سلسلہ میں ایک سوال کا جواب ملاحظہ ہو:

یہ امر مسلم اور واضح ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوات کو تمام افراد امت پر کلی فضیلت حاصل ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض کمالات بعض افراد امت میں ایسے ہیں جو انبیائے کرام علیہم السلام پر فضیلت و مزیت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء فی سبیل اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ لفظ موتی سے نہیں پکارے جاتے اور انبیائے کرام علیہم السلام (بعد از وصال مبارک) غسل کے محتاج ہیں اور ان کے لئے لفظ موتی بولا جاتا ہے۔۔۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت، جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی استحالہ نہیں ہر جولاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحب فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم السلام اور عالم کیلئے ہی ہے۔ (۳۲)

کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم السلام کو اولیاء اللہ پر حاصل ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزوی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کیلئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے، یہ جائز بلکہ واقع ہے۔ جب ولی اور نبی علیہ السلام میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول (علیہ السلام) کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریق اولیٰ جائز ہوگا اگرچہ کلی فضیلت رسول کیلئے ہی ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہم الصلوات والتسلیمات کا قصہ ہے۔ (۳۳)

جواھر المنظومہ شرح الفقہ الاکبر للامام الاعظم رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا کوئی نبی علیہ السلام ان علوم و معارف کو جان سکتا ہے جن کا رسل عظام کو علم نہ ہو اور کیا کسی ولی کو وہ علوم و معارف حاصل ہو سکتے ہیں جو کسی نبی علیہ السلام کو حاصل نہ ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواباً فرمایا فضیلت تو رسل عظام کو انبیائے کرام علیہم الصلوات پر ثابت ہے اور انبیائے کرام کو غیر انبیاء پر۔ انبیائے کرام میں سے کوئی نبی بھی کسی مرسل کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اولیائے کرام میں سے کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے لیکن فضیلت جزئی میں کوئی بحث نہیں ہے۔

حواشی تجرید میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کو بعض انبیائے کرام علیہم السلام پر جزوی فضیلت حاصل ہے۔ رہا یہ امر کہ فضیلت کلی کے لزوم کا دعویٰ کرنا وہ مردود اور باطل ہے ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس کے درپے تو کوئی جاہل ہی ہوگا۔

واضح رہے کہ غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہُ العزیز کے قول (ہم نے اس بحر میں غوطہ

لگایا جس کے کنارے پر انبیائے کرام علیہم السلام بھی کھڑے نہیں ہوئے) سے بھی فضیلت جزوی ہی مفہوم ہوتی ہے لیکن **الکل اعظم من الجزء** مقولہ کے مصداق کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم السلام کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ کتب عقائد میں ہے ''کوئی ولی نبی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔'' اسی طرح سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی کا بھی ایک قول ہے ''میرا جھنڈا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے بلند ہے'' جس پر مجدد الف ثانی فرماتے ہیں کہ حضرت شیخ نے اپنے جھنڈے کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے بلند قرار دیا ہے، ان کے جھنڈے سے مراد ولایت کا جھنڈا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے مراد نبوت کا جھنڈا ہے اور بعض صوفیہ کا قول ''ولایت، نبوت سے افضل ہے'' اسی قبیل سے ہے۔ اس کی دلیل دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ولایت میں توجہ خالق کی طرف ہوتی ہے اور نبوت میں توجہ مخلوق کی طرف ہوتی ہے۔ اس بات میں کوئی شک نہیں کہ مخلوق کی طرف توجہ کرنے سے خالق کی طرف توجہ کرنا افضل ہے، لہٰذا ولایت، نبوت سے افضل ہے۔

جبکہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ ولایت، نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے یہی وجہ ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی نیز آپ کے نزدیک تفضیل ولایت کے قائلین ارباب سکر میں سے ہیں اور مقام نبوت کے کمالات سے بے خبر ہیں۔ مقام نبوت کو مقام ولایت کے ساتھ ایسی نسبت ہے جیسی کہ غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہوتی ہے۔ نبوت، نزولی مراتب میں کلیتاً مخلوق کی طرف متوجہ ہوتی ہے جبکہ ولایت کو نزولی مراتب میں مخلوق کی طرف پوری توجہ میسر نہیں ہوتی بلکہ اسکا باطن حق کی طرف متوجہ ہوتا ہے جبکہ ظاہر مخلوق کی طرف ہوتا ہے اس کی وجہ میسر یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروجی مقامات پوری طرح طے نہیں کیے اور نزول کر لیا ہے اس لئے لازمی طور پر اس کو فوق کی نگرانی ہر وقت دامن گیر رہتی ہے جو کلی طور پر مخلوق کی طرف متوجہ ہونے میں مانع ہے برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے عروجی منازل کی تکمیل کے بعد نزول فرمایا ہے اس لئے وہ پورے طور پر مخلوق کو خالق کی طرف دعوت دینے میں متوجہ ہوتے ہیں۔

مزید برآں ولایتِ اولیاء حق تعالیٰ کے قرب کا سراغ دیتی ہے اور ولایتِ انبیاء حق تعالیٰ کی اقربیت کا نشان بتاتی ہے۔ ولایت اولیاء، شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور ولایتِ انبیاء بے کیفی اور بے رنگی کی نسبت کا اثبات کرتی ہے۔ ولایت اولیاء اقربیت کو نہیں پہچانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں جانتی کہ کہاں ہے اور ولایت انبیاء اقربیت کے باوجود قرب کو عین دوری جانتی ہے اور شہود کو عین اخفاء سمجھتی ہے۔ (۳۴)

۱۰۔ رسول اللہ کا مرتبۂ نبوت ومبدأ فیض:

محدثین اور صوفیہ کے نزدیک حضرت محمد ﷺ بحیثیت نبی اس دنیا میں بنائے آدم سے بھی قبل جلوہ نما تھے۔ ابوجعفر الطحاوی (م ۳۲۱ھ)، ابوعبدالرحمان السلمی (م ۴۱۲ھ)، ابومحمد حسین بغوی (م ۵۱۶ھ)، فخر الدین محمد عمر الرازی (م ۶۰۶ھ)، ابوالحسن علی الخازن (م ۷۴۱ھ) اور بدر الدین عینی (م ۸۵۵ھ) کے علاوہ ایک کثیر جماعت اس بات کے حامیوں میں ہے کہ ''میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم جسم اور روح کے درمیان تھے'' اور اس قبیل کی دیگر احادیث صحیح ہیں وہیں پر بعض محدثین اس کو ضعیف شمار کرتے ہیں۔ صوفیہ کا اپنا الگ مزاج ہوتا ہے وہ احادیث کے قال کو اپنے حال سے بھی مشہود کرتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے مکتوبات میں اس پر قلم آرائی کی ہے شیخ محمد سعید احمد مجددی رحمۃ اللہ علیہ سیرت محمدی ﷺ کے اس پہلو کو یوں واضح کرتے ہیں کہ:

> ''کسی شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے عبارت ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین وجوبی کا سایہ ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہیہ جلّ سلطانہ میں سے ایک اسم ہے جیسے علیم، قدیر، مرید اور متکلم وغیرہا اور وہ اسم الٰہی جل سلطانہ اس شخص کا مربی ہوتا ہے۔''

مذکورہ بالا عبارت نہایت دقیق ومشکل ہے جس کے سمجھنے کیلئے علم ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی کی آگاہی بھی ضروری ہے، اس لئے فہم وتفہیم کی خاطر چند مقدمات پیش خدمت ہیں۔

مقدمہ اول:

ہر شخص اپنی قلتِ استعداد کی وجہ سے ذاتِ حق تعالیٰ سے براہِ راست فیضیاب نہیں ہوسکتا بلکہ اسمائے باری تعالیٰ کے ذریعے مستفیض ہوتا ہے جیسے بندہ مرحوم، بندہ مرزوق، بندہ مقدور اسمائے الٰہیہ، اسم رحیم، اسم رازق اور اسم قادر کے ذریعے سیراب ہوتا ہے وہ اسم اس شخص کا رب، مربی حقیقت، مبدأ فیض اور مبدأ تعین کہلاتا ہے۔ چونکہ اسماء الٰہیہ کا تعلق عالم وجوب سے ہے اس لئے اسے تعین وجوبی کہا جاتا ہے۔

ہر شخص کے مبدأ تعین کی دو قسمیں ہیں:

تعین وجوبی اور تعین امکانی

تعین وجوبی کو حقیقت وجوبی اور تعین امکانی کو حقیقت امکانی بھی کہتے ہیں تعین وجوبی کے ظل اور انعکاس کو تعین امکانی کہا جاتا ہے عالم بالا میں عروجی سیر کرنے والے سالکین، تعین امکانی کو تعین وجوبی سمجھ

لیتے ہیں حالانکہ وہ وجوب نہیں بلکہ وجوب کا سایہ و پرتو ہوتا ہے۔ تعینِ وجوبی میں سیر کرنے والے صوفیہ بہت ہی کم ہوتے ہیں۔

انسان کی حقیقتِ امکانی سے اس کا عالم خلق اور عالم امر مراد ہے اور اس کی حقیقتِ وجوبی سے وہ مرتبہ مراد ہے جو اس شخص کے فیضانِ وجود اور فیضان کمالات کا واسطہ ہے۔

مقدمہ دوئم:

لغت میں لفظ حقیقت سے مراد ذاتِ شئ یا کسی لفظ یا عبارت کا بنیادی مفہوم ہے۔ اصطلاح میں کسی شئ کی اصلیت اور باطنی پہلو مراد ہے جبکہ اہل طریقت کے نزدیک حقیقت سے مراد کسی شئ کا مبدأ تعین ہے جہاں سے وہ شئ فیضیاب ہوتی اور تربیت پاتی ہے۔

مقدمہ سوئم:

حق تعالیٰ سبحانہٗ کی عادتِ جاریہ ہے کہ دنیا میں زمانے کے اطوار وادوار میں ہزار برس کے بعد انقلاب وتغیر رونما ہوتا رہا ہے اس لئے تقریباً ہزار برس کے بعد اولوالعزم رسل عظام علیہم السلام تشریف لاتے رہے تا آنکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ختم نبوت کا تاج زیب سر کیے جلوہ گر ہوئے۔ اسی اصول قدرت کے مطابق حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد بھی ہزارہ دوم میں تغیر وتبدل ناگزیر تھا۔ ہزارۂ سوم کے عقلی وشرعی اور شہودی وکشفی شواہد نہیں ملتے اس کے بعد قیام قیامت ہی ہوگا۔ ہزارۂ اول کے اختتام پر حضرت امام ربانی قدس سرہُ العزیز کا ظہور ہوا، گو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کی صراحت نہیں فرمائی مگر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مکتوبات شریفہ اور تصانیف لطیفہ سے اشارۃً یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خلافت نبوت اور نیابت رسالت کے طور پر مسند دعوت وتبلیغ اور منصبِ ارشاد وتجدید پر متمکن ہوئے اس لئے علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین نے آپ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جبکہ قرب قیامت کی تجدید واصلاح کے لئے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور وارثِ کمالات محمدیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی۔

مقدمہ چہارم:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر کی تخلیق کا مبدأ فیض، صفت العلم ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم خلق کی مربی شان العلم ہے۔ اسی شان العلم کو حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا مرتبہ شان العلم سے بلند تر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عالم امر کی مربی اور واسطۂ

فیوض کمالات ہے۔ یادرہے کہ آپ ﷺ کا واسطہ فیض تخلیق الگ ہے، حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا واسطۂ فیوضِ کمالات جدا ہے اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا معاملہ وشان علیحدہ ہے جبکہ دیگر انسانوں کے فیضِ وجود اور فیضِ کمالات کا مبدأ ایک ہی ہے۔

واضح رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے علم وعرفان کی حقیقت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات پر جا کر ختم ہوگئی اور اس کی حد رفعت کے متعلق بھی لب کشا نہ ہوئے۔ جبکہ حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ حقیقت محمدیہ سے آگے حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں حقیقت احمدیہ شان العلم سے بھی بالاتر ہے جس کا ادراک ناممکن ہے اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات اور حقیقت کعبہ دونوں ایک ہی ہے۔

مقدمہ پنجم:

حضور اکرم ﷺ کا مرتبۂ نبوت تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات سے معلوم ہوتا ہے **کنت نبیا و ادم بین الماء والطین** (۳۵) اور یہ آپ کا تعین وجوبی تھا کیونکہ عالم خلق کی تخلیق نہ ہونے کی بناء پر تعین امکانی ابھی منصۂ شہود پر جلوہ گر نہ ہوا تھا۔ عالم امر میں انبیائے عظام، ملائکہ کرام اور اہل ایمان موجود تھے اور آپ ﷺ کی حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات عالم امر کے سارے نظام کی معلم ومربی تھی۔ اس لئے جمیع ملائکہ کرام علیہم السلام نے تسبیحات واسباق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھے تھے۔ بنابریں جملہ فرشتے آپ کے امتی اور تلمیذ ہیں جیسا کہ روایت میں ہے **یسبح ذالک النور و تسبح الملائکۃ بتسبیحہ** (۳۶)

مقدمہ ششم:

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ جیسی صفات کے ساتھ متصف ہونے کی بناء پر عالم بالا کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور حقیقت احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات کا تعلق بھی عالم بالا کے ساتھ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات سے ''**انا احمد فی السماء و محمد فی الارض**'' معلوم ہوتا ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دیس عالم بالا کی زبان میں ﴿**و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد**﴾ کہا اور جب حقیقتِ احمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات عبودیت کے دو طوقوں سے ملبوس ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوئی تو اسے حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات سے موسوم کیا گیا جو آپ ﷺ کا مرتبہ نزول تھا اور حقیقتِ احمدیہ آپ ﷺ کا مرتبۂ عروج تھا۔ جب آپ ﷺ پر حقیقت محمدیہ کا غلبہ ہوتا تھا تو آپ ﷺ سے بشری

تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے خورد ونوش، نشست و برخاست وغیرہا اور جب پر آپ ﷺ حقیقت احمدیہ کا غلبہ ہوتا تو آپ ﷺ سے ملکی تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے صیام وصال اور عدمِ سایہ وغیرہا۔

مقدمہ ہفتم:

حقیقتِ محمدیہ میں طوق عبودیت کے غلبہ کے باعث آپ ﷺ کو اظہار بشریت کا حکم تھا مثلیت، کیلئے نہیں بلکہ بشریت کی تاکید کیلئے ہے تاکہ بشریت وانسانیت آپ ﷺ سے مانوس ہوکر ایمان وہدایت ومعرفت حاصل کر سکے۔ المختصر ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوات میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم پانی اور مٹی کے درمیان تھے (محدثین نے ان الفاظ کو موضوع قرار دیا ہے اگرچہ معناً یہ درست ہے) میں حقیت احمدیہ کا مقام نبوت ہے اور ''میں تمہاری مثل بشر ہوں'' میں حقیقتِ محمدیہ کا مقام نبوت ہے، حدیث میں حقیقتِ احمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور آیت میں حقیقتِ محمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ (۳۷)

عمل نبوت کی اقسام:

عمل نبوت کے حوالے سے شیخ سعید احمد مجددی کا مؤقف یوں ہے:

حضرت امام ربانی ارشاد فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل دو طرح کا ہے ایک بطریق عبادت اور دوسرا عرف وعادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ یہ دین میں نئی بات ہے جو مردود ہے اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا، نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف، دوسرے شہروں کے عرف سے مختلف ہے اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ہونا ظاہر ہے البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔ (۳۸)

○○○

حوالہ جات وحواشی

۱۔ محمد راشد، مقالہ ایم فل: گفٹ یونیورسٹی، گوجرانوالہ، سیشن ۱۲۔۲۰۱۰ء، مکتوبات امام ربانی کی شروح کا تقابلی جائزہ: ص: ۸

۲۔ مجددی، محمد سعید احمد، ابو البیان، البینات شرح مکتوبات، مکتوب: ۹۵، گوجرانوالہ: تنظیم الاسلام، ۲۰۰۶ء، ۱۷۷/۳

۳۔ الاحزاب: ۲۱

۴۔ القلم: ۲

۵۔ الانعام: ۱۵۳

۶۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، لاہور: ادارہ اسلامیات، س ن، ۲۸۵/۱

۷۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۴۱، ۱۷۴/۲

۸۔ مجدد الف ثانی، احمد سرہندی، مکتوبات امام ربانی، مکتوب ۱۰۰، دفتر: سوم، مطبوعہ نول کشور، انڈیا

۹۔ الترمذی، محمد بن عیسیٰ، بیروت: دار احیاء التراث، س۔ن، رقم الحدیث: ۳۶۱۳

۱۰۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۴۱، ۱۷۵/۲

۱۱۔ مصدر نفسہ، مکتوب: ۴۱، دفتر اول

۱۲۔ مصدر نفسہ، مکتوب: ۱۸، ۱۵۴/۱

۱۳۔ النسآء: ۶۹

۱۴۔ ایک عربی مقولہ جس کا مطلب ہے نہ وہ، ذات حق نہ اس کا غیر

۱۵۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات؛ مکتوب: ۴۱، ۱۷۹/۲

۱۶۔ مصدر نفسہ، مکتوب: ۴۱، ۱۵۸/۲

۱۷۔ النسآء: ۶۹

۱۸۔ آل عمران: ۳۱

۱۹۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۴۱، ۱۷۹/۲

۲۰۔ النسائی، احمد بن الشعیب، سنن نسائی، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۱ء، رقم الحدیث: ۸۸۸۸

۲۱۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، لاہور: ادارہ اسلامیات، س۔ن، رقم الحدیث: ۷۴۴

۲۲۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۴۱، ۲/ ۱۷۹

۲۳۔ مصدر سابق، مکتوب: ۱۷۵، ۴/ ۲۷۴

۲۴۔ القشیری، مسلم بن الحجاج، الجامع الصحیح، رقم الحدیث: ۱۶۹۱

۲۵۔ مصدر سابق، الجامع الصحیح لمسلم، رقم الحدیث: ۳۵۰۹

۲۶۔ النسآء: ۶۹

۲۷۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات: ۱۱۲، دفتر: سوم

۲۸۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، بیروت: دار الکتاب العربی، س۔ن، رقم الحدیث: ۳۰۶۰

۲۹۔ آل عمران: ۱۶۹

۳۰۔ الزمر: ۳۰

۳۱۔ مجدد الف ثانی، مکتوبات: ۲۸۷ دفتر: اول

۳۲۔ معصوم، محمد خواجہ، ۱۰۷۹۔۱۰۰۷ء، مکتوبات معصومیہ: ۲۴، دفتر: سوم، دہلی: مکتبہ شاہ ابوالخیر

۳۳۔ مصدر سابق، مکتوب: ۳۶، دفتر: دوم

۳۴۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۱۹۲، ۴/ ۴۴۲

۳۵۔ الطحاوی، ابوجعفر، مشکل الآثار، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، ۱۴۱۵ء، رقم الحدیث: ۵۲۲۲

۳۶۔ الزرقانی، عبدالباقی، المواھب اللدنیہ، بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۱/ ۹۶

۳۷۔ مجددی، محمد سعید احمد، البینات، مکتوب: ۲۰۹، ۴/ ۵۶۴

۳۸۔ مصدر سابق، مکتوب: ۱۳۱، ۳/ ۵۰۴

○○○